خلافت وامارت ڈاکٹر صہیب حسن☆

مسئلہ بیعت: شرع کی نظر میں!

سوال: کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیانِ شرعِ متین بابت اس مسئلہ کے، کہ ہند وپاک میں پیرومرشد عوام سے جو بیعت لیتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور یہ بات کہاں تک درست ہے کہ جس کا کوئی پیرومرشد نہ ہو، اس کا پیرومرشد شیطان ہوتا ہے، جیسا کہ عوام میں مشہور ہے؟ براہِ کرام کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔

(قاری محمد ایاز الدین، حیدرآباد دکن)

جواب: الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيّد المرسلين محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين

جواباً عرض ہے کہ یہ سوال تفصیلی وضاحت چاہتا ہے جو درج ذیل ہے:

بیعت کا لفظ بیـع سے نکلا ہے، جس کا مطلب ہے: سودا کرنا، چاہے یہ سودا مال کا ہو یا کسی اور ذمہ داری کا، اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (التوبہ:۱۱۱)

''بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور اُن کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔ وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں۔ اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور کون ہے اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا؟ تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے

☆ سیکرٹری اسلامک شریعہ کونسل، برطانیہ

معاملہ ٹھہرایا ہے، خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔''

اور اصطلاحاً بیعت اس معاہدے کو کہتے ہیں جو امیر کی اطاعت کے لئے کیا جاتا ہے۔ بیع و شراء میں چونکہ خریدنے والا، بیچنے والے کے ہاتھ میں پیسہ تھماتا ہے اور بیچنے والا مشتری کے ہاتھ میں اس کی خرید کردہ چیز دیتا ہے، اُسی طرح بیعت کرنے والا اپنے امیر کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کا اقرار کرتا ہے۔

قرآنِ مجید میں تین مقامات پر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر اہل ایمان کی بیعت کا ذکر ہے:

① **عمومی بیعت**ـــــ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ (الفتح:۱۰)

''جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں، وہ یقیناً اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ تو جو شخص عہد شکنی کرے، وہ اپنے نفس پر ہی عہد شکنی کرتا ہے اور جو شخص اس اقرار کو پورا کرے جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا ہے تو اسے عنقریب اللہ بہت بڑا اجر دے گا۔''

② **بیعتِ رضوان**ـــــ جو ۶ ہجری میں صلح حدیبیہ کے موقع پر لی گئی تھی:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾ (الفتح:۱۸)

''یقیناً اللہ تعالیٰ مؤمنوں سے خوش ہوگیا جبکہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کررہے تھے۔ ان کے دلوں میں جو تھا، اسے اس نے معلوم کرلیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔''

③ فتح مکہ اور اس کے بعد عورتوں سے خاص طور پر بیعت لی۔ فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (الممتحنہ:۱۲)

''اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں آپ سے ان باتوں پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا کاری نہ کریں گی، اپنی اولاد کو نہ مار ڈالیں گی اور کوئی ایسا بہتان نہ باندھیں گی جو خود اپنے ہاتھوں پیروں کے سامنے گھڑ لیں اور کسی نیک کام میں تیری حکم عدولی نہ کریں گی تو آپ اُن سے بیعت کرلیا کریں اور اُن کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے اور معاف کرنے والا ہے۔''

④ **انفرادی بیعت** ــــ عمرو بن العاصؓ اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں:

''جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی تو میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور میں نے کہا: اپنا دایاں ہاتھ پھیلایئے تاکہ میں آپ کی بیعت کرسکوں۔ تو آپؐ نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا، لیکن میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپؐ نے کہا: عمرو! کیا ہوا؟ میں نے کہا: میں ایک شرط رکھنا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے کہا: کون سی شرط؟ میں نے کہا کہ اللہ میری مغفرت فرمائیں! تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام لانے سے پچھلے (تمام گناہ) ختم ہوجاتے ہیں اور ایسا ہی ہجرت کرنے اور حج کرنے سے جو کچھ پہلے کیا تھا، سب معاف ہوجاتا ہے؟''

(صحیح مسلم:۱۲۱)

بیعت سے متعلق چند دیگر احادیث بھی ملاحظہ ہوں:

① **حاکم وقت کی اطاعت کا عہد**

عبادۃ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول ﷺ سے ان باتوں پر بیعت کی:

''آپ کی سمع و اطاعت کریں گے چاہے تنگی کا عالم ہو یا فراخی کا، چاہے پسندیدہ بات ہو یا ناپسندیدہ، چاہے ہمارے اوپر کسی کو ترجیح ہی کیوں نہ دی گئی ہو، اس شرط کے ساتھ کہ ہم صاحبِ امر کے ساتھ جھگڑا نہیں کریں گے، اور یہ کہ ہم جہاں کہیں ہوں حق بات کہیں گے اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے۔''

(صحیح بخاری:۷۱۹۹، صحیح مسلم:۱۷۰۹، سنن نسائی:۴۱۶۰)

ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیعت وہ ہے جو حضور ﷺ نے مدینہ سے آنے والوں سے مقامِ عقبہ (منیٰ) میں لی تھی:

''اور یہ کہ جب محمد ﷺ یثرب آئیں تو ہم ان کی مدد کریں گے اور جس طرح ہم اپنی جانوں،

اپنی اَرواح اور اپنی اولاد کا دفاع کرتے ہیں، ویسا ہی اُن کا بھی دفاع کریں گے اور ہمارے لئے جنت ہوگی۔'' (البدایة والنهایة:۳/۱۸۹)

② یہ اطاعت مشروط ہے:

حضرت ابن عمرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ایک مسلمان کے لیے سمع واطاعت کرنا لازم ہے، چاہے پسندیدہ امر ہو یا ناپسندیدہ امر میں، الا یہ کہ اسے کسی گناہ کا حکم دیا جائے۔ ایسی صورت میں سمع واطاعت نہیں۔'' (صحیح مسلم:۱۸۳۹)

③ ایک امام کی بیعت کے بعد دوسرے امام کی بیعت جائز نہیں: عبداللہ بن عمرو بن العاص آنحضور ﷺ کا ایک طویل خطبہ نقل کرتے ہیں، جس میں یہ الفاظ شامل ہیں:

''جس کسی نے کسی امام کی بیعت کی یا اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا اور اپنا دل اس کے حوالہ کر دیا تو جب تک استطاعت ہے، اس کی اطاعت کرے۔ پھر اگر کوئی دوسرا شخص (امامت میں) اس کے ساتھ نزاع کرے تو دوسرے شخص کی گردن ماردو۔'' (صحیح مسلم:۱۸۴۴)

④ جماعت سے خروج ناجائز ہے:

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص حلقہ اطاعت سے نکل گیا اور جماعت کو چھوڑ گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے اور جو شخص کسی اندھے جھنڈے کے نیچے قتال کرتا ہے، یا کسی عصبیت کی بنا پر غصہ میں آجاتا ہے یا عصبیت کی طرف دعوت دیتا ہے یا عصبیت کی مدد کرتا ہے اور اس دوران قتل ہوجاتا ہے تو اس کی موت بھی جاہلیت کی موت ہوگی اور جو شخص میری اُمت پر خروج کرتا ہے، نیکو کار یا گناہ گار، سب کو مارتا ہے اور کسی مؤمن کے ساتھ برائی کرنے سے باز نہیں آتا اور جس سے عہد کیا ہے اُس عہد کو پورا نہیں کرتا تو وہ مجھ سے نہیں اور میں اُس سے نہیں۔'' (صحیح مسلم:۱۸۴۸)

⑤ آنحضور ﷺ کے بعد بیعت کے سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کا بھی یہی طرزِ عمل تھا۔ نافع روایت کرتے ہیں کہ

''عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن مطیع کے پاس آئے اور یہ وہ وقت تھا جب یزید بن معاویہؓ کے زمانہ میں حرہ کا واقعہ پیش آیا۔ ابن مطیع نے کہا: ''ابوعبدالرحمٰن کے لئے تکیہ بچھا دو۔''

عبداللہ بن عمرؓ نے کہا: میں بیٹھنے کے لئے نہیں آیا، تمہیں صرف ایک حدیث سنانے آیا

ہوں، جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے اور وہ یہ کہ

''جس نے اپنا ہاتھ، حلقہ اطاعت سے ہٹا لیا تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس عالم میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل (عذر خواہی) نہ ہوگی، اور جو شخص اس عالم میں مرے کہ اس کی گردن میں بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔'' (صحیح مسلم:۱۸۵۱)

مذکورہ بالا آیات واحادیث سے یہ باتیں معلوم ہوئیں:

① اللہ کے رسول ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کسی دوسرے خلیفہ یا امام کی بیعت سے مختلف ہے، اور آنحضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت گویا اللہ سے بیعت ہے۔

آپؐ نے عقبہ میں جب انصارِ مدینہ سے بیعت لی تھی تو گو اس وقت آپؐ کے پاس اقتدار نہ تھا، لیکن بحیثیتِ رسول ﷺ آپؐ نے یہ بیعت لی تھی، اور یہ بھی ایک خاص مقصد کے لئے تھی کہ جب آپ مدینہ پہنچ جائیں گے تو انصار آپؐ کی پوری پوری حفاظت کریں گے۔

② مدینہ پہنچ کر آپؐ بلاشرکتِ غیرے اقتدار کے مالک تھے۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے مختلف مواقع پر سمع واطاعت کی بیعت لی، اور بعض مواقع پر خاص خاص باتوں پر بیعت لی۔ حدیبیہ کے مقام پر جب یہ افواہ پھیلی کہ مکہ والوں نے آپؐ کے ایلچی حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا ہے تو آپؐ نے اپنے پندرہ سو رفقا سے اس بات پر بیعت لی تھی کہ وہ راہِ فرار اختیار نہ کریں گے اور دوسری روایت کے مطابق یہ بیعت موت پر تھی۔

③ صلح حدیبیہ کے بعد جو خواتین ہجرت کر کے مدینہ آئیں یا فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئیں، اُن سے سورہ الممتحنہ کی آیت کے مطابق چند مخصوص باتوں پر بیعت لی گئی۔ یہ عورتیں چونکہ نئی نئی مسلمان ہوئیں تھیں، اس لئے اُن چیزوں کا خاص طور پر ذکر کیا گیا جو ایامِ جاہلیت میں عام تھیں۔ آپؐ نے تو مسلم مردوں سے بھی انہی باتوں پر بیعت لی تھی۔

④ آنحضور ﷺ کی اطاعت ہر حال میں واجب ہے اور بعد کے امراء وخلفا کے لئے بھی سمع واطاعت کی بیعت کا حکم دیا گیا ہے، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اگر وہ گناہ کی طرف بلائیں گے تو ان کی اطاعت نہیں ہوگی۔

⑤ خلیفہ کی بیعت اتنی اہم ہے کہ اگر کوئی دوسرا دعویدارِ خلافت پیدا ہو جائے تو اُس کی

گردن مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ اس لئے ہے کہ اسلامی مملکت میں بدامنی کی اجازت نہیں دی جاسکتی، اور یہ تب ہی ممکن ہے جب خلیفہ کے پاس مکمل اقتدار ہو، وہ حدود نافذ کرسکتا ہو، جنگ اور صلح کے معاہدے کرسکتا ہو۔

⑥ خلیفہ کے ہوتے ہوئے اس کی اطاعت نہ کرنا اور جماعت سے خروج کرنا قابل مؤاخذہ جرم ہیں اور ایسے آدمی کی موت جاہلیت کی موت ہے اور ایسے ہی اُن لوگوں کی بھی جو کسی مذموم عصبیت (برادری، قومیت، زبان، رنگ اور پارٹی) کی بنا پر قتل وقتال پر آمادہ ہوجائیں۔

بنی اُمیہ کے دور کے بعد جب بنی عباس سریرآرائے خلافت ہوئے، لیکن اندلس جیسے دور دراز علاقہ میں بنی اُمیہ کے اُمرا نے اپنی حکومت قائم کرلی، تو علمائے امت نے فتنہ وفساد کا دروازہ بند کرنے کے لئے اس بات پر اتفاق کیا کہ ایک وقت میں دور دراز کے علاقوں میں دو علیحدہ علیحدہ خلافتیں ہوسکتی ہیں۔ اور پھر اس اُصول کے تحت، بعد کے ادوار میں، خراسان اور ہندوستان کی مملکتیں بھی برداشت کی گئیں۔

⑦ صحابہ کرامؓ نے اس شخص کی بیعت نہیں کی جس نے خلیفہ وقت کے خلاف خروج کیا ہو۔

اس تمام تفصیل سے یہ تو واضح ہوگیا کہ بیعت کا دائرہ 'امامتِ کبریٰ' تک محدود ہے، ایسے امام کی بیعت ہی کی جاسکتی ہے جو واقعی اقتدا، رکھتا ہو، حدود نافذ کرسکتا ہو، صلح و جنگ کے معاہدے کرسکتا ہو۔ وہ چاہے جہاد پر بیعت لے یا کسی فعل خیر پر یا کسی برائی سے رُکنے پر۔ بیعت لینا اس کا حق ہے، البتہ اگر وہ کسی غیر اسلامی کام پر بیعت لینا چاہے تو اس کی بات ہرگز نہ مانی جائے گی۔

پیرومرشد کی بیعت

صوفیاے کرام کے حلقہ میں 'بیعتِ اصلاح وارشاد' کے نام سے ایک نئی روایت ڈالی گئی ہے جس کا خیرالقرون میں وجود نہیں ملتا۔ اگر اس فعل کا مقصود لوگوں کی اصلاح ہے تو وہ مسجد کے منبر سے، خطیب کے خطبات سے، معلم کی تعلیم سے اور بڑے بوڑھوں کی فہمائش سے بھی حاصل ہوسکتی ہے اور ان سب سے بڑھ کر نیک لوگوں کی صحبت اس کام کیلئے ایک نسخہ کیمیا ہے۔

شریعت اپنے ماننے والوں کو کوئی ایسا حکم نہیں دیتی جو غیر ضروری اور بے فائدہ ہو، وہ شیخ

یا مرشد جسے کوئی اختیار حاصل نہ ہو، اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے آخر کون سا فائدہ حاصل ہوسکتا ہے؟ بالفرض اگر ایک لمحہ کے لئے یہ مان بھی لیا جائے کہ لوگوں کی اصلاح کے لئے یہ طریقہ کارگر ہوسکتا ہے، تب بھی مندرجہ ذیل قباحتوں کی بنا پر اسے قبول نہیں کیا جاسکتا:

① ﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (الانعام:۱۵۳)

''اور یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے، سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کردیں گی۔ اس کا تم کو اللہ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔''

② اور فرمایا: ﴿وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَ هُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ (آل عمران:۱۰۵)

''تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا۔ ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔''

اُمتِ مسلمہ میں ایک طرف مذہبی فرقہ بندی شروع ہوگئی تھی تو دوسری طرف طریقت کے نام پر بے شمار سلسلے وجود میں آگئے اور پھر ہر سلسلہ ایک مستقل فرقہ اور جماعت بنتی گئی۔ نبی ﷺ نے تو ناجی جماعت کی نشانی یہ بتائی تھی:

«ما أنا عليه و أصحابي» ''جس پر میں ہوں اور میرے صحابہؓ''

لیکن اس کے بالکل برعکس ہر صاحبِ سلسلہ اور ہر وہ جماعت جو بیعت کی بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے، اپنے طرزِ عمل سے یہ کہہ رہی ہوتی ہے: "ما أنا عليه وسلسلتي أو حزبي" ''یعنی جس پر میں ہوں اور میرا طریقہ یا میری جماعت۔'' چنانچہ اس سلسلہ یا جماعت کو چھوڑنے کا مطلب ہے کہ گویا وہ شخص اسلام سے خارج ہوگیا ہے۔

یہاں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا ذکر کردہ ایک واقعہ پیش کرتا ہوں جو ان کے جریدہ 'اہل حدیث' امرتسر کے شمارہ ۷ار مارچ ۱۹۲۴ء میں شائع ہوا تھا، لکھتے ہیں:

''یہاں پر ایک واقعہ بلاکم وکاست ناظرین کے سامنے رکھتا ہوں۔ حافظ عزیز الدین صاحب

مراد آبادی (جو میرے گمان میں مردِ صالح ہیں) مولوی اشرف علی تھانوی کے مرید تھے۔ بعد بیعت آپ مسئلہ تقلید کی تحقیق کرکے مقلد سے غیر مقلد ہوگئے مگر مولانا مرحوم کے حق میں اُنہوں نے کسی قسم کی بدگمانی نہیں کی۔ اس پر بھی مولانا کا ایک پوسٹ کارڈ (جو میں نے بچشم خود دیکھا ہے) موصوف کو پہنچا جس کا مضمون یہ تھا کہ غیر مقلد ہوجانے کی وجہ سے میں تم کو اپنے حلقہ بیعت سے خارج کرتا ہوں۔ اب میرا تمہارا پیری مریدی کا تعلق نہیں رہا۔ (اوکما قال) ایسا کیوں ہوا؟ اس کا جواب ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔'' (فتاویٰ ثنائیہ: ۳۵۶/۱)

④ شیخ سے بیعت کرنا عذابِ قبر سے چھٹکارا دلاتا ہے، پہلے یہ واقعہ پڑھئے اور پھر تبصرہ ملاحظہ کیجئے:

''شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین احمد نے فرمایا کہ اُن کے دادا پیر شیخ معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری قدس سرہ العزیز کی یہ رسم تھی کہ جوکوئی ہمسایہ میں سے اس دنیا سے نقل (انتقال) کرتا، اس کے جنازہ کے ساتھ جاتے اور خلق کے لوٹ جانے کے بعد اس کی قبر پر بیٹھتے اور جو درود، کہ ایسے وقت میں پڑھتے آئے ہیں، پڑھتے۔ پھر وہاں سے آتے۔ چنانچہ اجمیر میں آپ کے ہمسایوں میں سے ایک نے انتقال کیا۔ دستور کے مطابق آپ جنازہ کے ساتھ گئے، جب اُسے دفن کرچکے، خلق لوٹ آئی اور خواجہ وہیں ٹھہر گئے اور تھوڑی دیر کے بعد آپ اُٹھے۔ شیخ الاسلام قطب الدین فرماتے ہیں کہ میں آپ کے ساتھ تھا۔ میں نے دیکھا کہ دم بدم آپ کا رنگ متغیر ہوا، پھر اسی وقت برقرار ہوگیا۔ جب آپ وہاں سے کھڑے ہوئے تو فرمایا: الحمدللہ! بیعت بڑی اچھی چیز ہے۔''

شیخ الاسلام قطب الدین اوشی نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب لوگ اس کو دفن کرکے چلے گئے تھے تو میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ عذاب کے فرشتے آئے اور چاہا کہ اس کو عذاب کریں، اسی وقت شیخ عثمان ہارونی (آپ کے پیر، م۶۳۴ھ) قدس سرہ العزیز حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ شخص میرے مریدوں میں سے ہے۔ جب خواجہ عثمان نے یہ کہا تو فرشتوں کو فرمان ہوا کہ کہو: ''یہ تمہارے برخلاف تھا'' خواجہ نے فرمایا: بے شک اگرچہ برخلاف تھا مگر چونکہ اس نے اپنے آپ کو اس فقیر کے پلے باندھا تھا، تو میں نہیں چاہتا کہ اس پر عذاب کیا جائے، فرمان ہوا: اے فرشتو! شیخ کے مرید سے ہاتھ اُٹھاؤ، میں نے اس کو بخش

دیا۔ پھر شیخ الاسلام کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمانے لگے کہ اپنے آپ کو کسی کے پلے باندھنا بہت ہی اچھی چیز ہے۔'' (بحوالہ شریعت وطریقت از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی: ص ۳۰۵)

سبحان اللہ! نہ شریعت پر عمل کرنے کی ضرورت نہ کتاب وسنت کا کوئی لحاظ، شیخ کی بیعت جنت کا پروانہ ہوگیا۔ اور پھر جس طرح سے یہاں کتاب وسنت کی دھجیاں اُڑائی گئی ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمالیں، اللہ عالم الغیب ہے، لیکن یہاں شیخ عذابِ قبر کا سارا انتظام دیکھ رہے ہیں۔ اللہ کے رسول فرشتہ جبریل ؑ سے ہم کلام ہوتے تھے، یہاں شیخ عذاب کے فرشتوں سے مجادلہ کررہے ہیں۔ حدیث کے مطابق انبیا اور صلحا کو قیامت کے دن شفاعت کا موقع دیا جائے گا، یہاں عین عذابِ قبر سے پہلے شفاعت کی جارہی ہے جو فوراً ہی اجابت کے مراحل طے کرگئی۔ جس صحیح حدیث میں نبی ﷺ کے دو قبروں پر سے گزرنے، دونوں کو عذابِ قبر ہونے، آپؐ کے ان دونوں قبروں پر ٹہنی لگانے کا واقعہ نقل ہوا ہے اور پھر ٹہنیوں کے خشک ہونے تک ان کے عذاب میں تخفیف کا ذکر ہے، اُسے ذرا ذہن میں تازہ کیجئے۔ نبی ﷺ جنہیں الہامِ خداوندی سے دو اشخاص کے عذابِ قبر کے بارے میں بتایا گیا، وہ یقیناً مسلمان تھے، آنحضور ﷺ کی بیعت میں داخل تھے، لیکن اُنہیں تو یہ بیعت کام نہ آئی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دعا کی اور بطورِ علامت دو ٹہنیاں بھی لگائیں کہ جن کے خشک ہونے تک دونوں کے عذاب میں تخفیف کی گئی تھی۔

کیا یہ ایک قباحت ہی کافی نہیں کہ جس سے مزعومہ بیعت کی قلعی کھل جاتی ہے؟

④ طریقت اور بیعت چونکہ لازم وملزوم ہیں، چنانچہ اس تعلق سے بھی نئے نئے شگوفے کھلتے رہتے ہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ لکھتے ہیں:

''بیعت کے سلسلہ میں صوفیا نے ایک اور شاندار کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اُنہوں نے جب دیکھا کہ اویس قرنی نے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا، نہ بیعت کی، تو اُن کی ارواح کی آپس میں بیعت کرادی اور اسے نسبتِ اُویسیہ کا نام دیا اور راستہ کی اس رکاوٹ کو ہمیشہ کے لئے ختم کردیا۔ وہ جب دیکھتے ہیں کہ فلاں شیخ کی فلاں شیخ سے ملاقات ہی ثابت نہیں یا پیر کی وفات کے بہت عرصہ بعد مرید کی پیدائش ہو تو وہ یہی نسبتِ اُویسیہ قائم کرکے اپنا سلسلہ جاری فرما کر

کام چلا لیتے ہیں۔'' (شریعت وطریقت:ص۴۳۴)

⑤ انہی غلط رسموں کو جائز کرنے کے لئے قرآن وسنت کی نصوص کی ایسی تاویلاتِ فاسدہ کی جاتی ہیں کہ انسان اپنا سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ابن الجوزیؒ لکھتے ہیں:

محمد بن طاہر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: ''پھٹے ہوئے کپڑے (مرقعہ) پہننے کے بارے میں شیخ کا مرید پر شرط رکھنا، اور بطورِ دلیل عبادۃ بن صامت کی حدیث پیش کی کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم تنگی اور فراخی ہر حال میں سمع واطاعت کریں گے۔''

دیکھئے کیا خوب نکتہ نکالا ہے، کہاں شیخ کا مرید پر مذکورہ شرط رکھنا اور اُسے جوڑنا رسول اللہ ﷺ کی بیعتِ اسلام سے جو کہ نہ صرف لازم ہے بلکہ خود رسول کی اطاعت بھی واجب ہے۔''

(تلبیس ابلیس:ص۱۹۲)

⑥ اگر اُمتِ مسلمہ ایک بڑے جہاز کی مانند ہے تو یہ مختلف فرقے اور طریقے چھوٹی چھوٹی کشتیوں کی مانند ہیں۔شدید طوفان کی صورت میں جہاز تو بچ جاتا ہے، لیکن چھوٹی کشتیاں غرقِ آب ہوجاتی ہیں۔تعجب ہے کہ کتاب وسنت کے جہاز کو چھوڑ کر لوگ ان بجروں (چھوٹی کشتیوں) پر کیوں سوار ہوتے ہیں!؟ جب کہ سمندر میں تلاطم ہی تلاطم ہے اور کشتی کسی وقت بھی ڈوب سکتی ہے۔

قائلین بیعت کے شبہات

اور آخر میں ان چند شبہات کا جائزہ بھی لے لیا جائے جو قائلین بیعت کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں:

① ''تین آدمی بھی سفر کررہے ہوں تو ایک کو امیر بنانے کا حکم ہے، چہ جائیکہ پوری جماعت ہو اور اس کا امیر نہ ہو۔''

سفر میں امیر بنانا تو آنحضور ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے، لیکن وہاں بیعت کا ذکر نہیں ہے، اور یہ امارت سفر کے ختم ہونے کے ساتھ تمام ہوجاتی ہے۔گویا وقتی طور پر نظم وضبط کا پابند بنانے کے لئے ایسے امیر کی اطاعت لازمی قرار دی گئی لیکن اس کا قیاس امامتِ کبریٰ پر نہیں کیا جاسکتا جہاں دوسرے مدعیٔ امارت کو برداشت نہیں کیا جاتا بلکہ اس کی گردن ماردی جاتی ہے۔

② ''بیعتِ اصلاح وارشاد کو نماز کی امامت کی طرح سمجھا جائے ،یعنی امامتِ کبریٰ کے ساتھ امامتِ صغریٰ کو جدا نہیں کیا جاسکتا۔''

امارتِ سفر کی طرح نماز کی امامت بھی نماز کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔ جونہی امام نے 'السلام علیکم ورحمتہ اللہ' کہا، مقتدی اور امام کا تعلق ختم ہوگیا۔ دوسرے یہ کہ خلیفہ وقت کی موجودگی میں کیا صرف ایک ہی نماز باجماعت کا اہتمام کیا جاتا تھا یا ہر علاقے بلکہ ہر محلے کی مسجد میں نماز نہیں ہوتی تھی؟

حضرت معاذؓ بن جبل عشاء کی نماز آنحضور ﷺ کے ساتھ پڑھتے اور پھر عوالی جاکر اہل محلّہ کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ لیکن امامِ وقت یا خلیفہ حاضر سے بیعت کرنے کے بعد کیا ہر شہر یا ہر محلّہ میں جزوی بیعت ہوا کرتی تھی جو ہر مرشد اپنے لئے روا رکھتا ہو؟ کم از کم خیر القرون کے زمانہ میں تو ایسی بیعت کا نام ونشان نہ تھا۔ قرونِ ثلاثہ (زمانۂ رسولؐ اور زمانۂ صحابہؓ، زمانۂ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ) کے بعد جہاں فرقہ بازی کی بدعت پیدا ہوئی، وہاں تصوف کے سلسلوں کے نام پر مشائخ کے ہاتھ پر بیعت اصلاح وارشاد کا دروازہ بھی کھول دیا گیا۔

③ فرمانِ نبویؐ ہے: ''جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں طوقِ بیعت نہ تھا، وہ جاہلیت کی موت مرا۔'' (صحیح مسلم:۱۸۵۱)

شریعت کے تمام احکامات استطاعت سے مشروط ہیں۔ ایک شخص حج کی استطاعت رکھتا ہو لیکن بیت اللہ تک پہنچنے کے تمام راستے مسدود ہوں، چاہے جنگ و جدال کی بنا پر یا کسی دوسرے سبب کی بنا پر، تو ایسے شخص پر حج کرنا واجب نہ ہوگا جب تک کہ راستے کھل نہ جائیں۔ حالانکہ ایسی ہی وعید حج پر نہ جانے والوں کے لئے بھی ہے، ایسے ہی زکوٰۃ نہ ادا کرنے والوں کو سخت عذاب کی وعید سنائی گئی ہے، لیکن جس شخص کے پاس اتنا مال ہی نہ ہو کہ جس میں زکوٰۃ واجب ہو تو وہ زکوٰۃ دینے سے مستثنیٰ ہے۔ وضو میں ہاتھ پیر دھونے لازم ہیں، لیکن اگر کسی کا ہاتھ یا پیر کٹا ہوا ہو تو وہ اُسے کیسے دھوئے گا؟

بعینہٖ اگر ایسا خلیفہ موجود ہو جو صاحبِ اقتدار ہو، حدود کو نافذ کرسکتا ہو، صلح و جنگ کے جھنڈے بلند کرسکتا ہو، قرآن وسنت کو نافذ کرسکتا ہو تو جہاں جہاں اس کا اقتدار ہے، وہاں

وہاں تمام لوگوں پر اس کی بیعت لازم ہے۔ بیعت نہیں کریں گے تو بموجب حدیثِ مذکور جاہلیت کی موت مریں گے۔ لیکن اگر ایسا خلیفہ سرے سے موجود ہی نہ ہو تو پھر بیعت کا محل نہ ہونے کی بنا پر یہ حکم بھی ساقط ہوجائے گا، اور ایسے ہی وہ لوگ جو ایک خلیفہ کے دائرۂ اقتدار سے خارج رہتے ہوں، اُن کے لئے بھی ایسے خلیفہ کی بیعت لازم نہ ہوگی۔

۱۹۲۴ء میں خلافتِ عثمانیہ کے ختم کئے جانے کے بعد اوّل تو مسلم ممالک پر استعمار کا غلبہ ہوگیا، خود ہندوستان بھی سوڈیڑھ سو سال انگریزی استعمار کا ہراول دستہ بنا رہا، جب خلیفہ ہی نہ رہا تو بیعت کس کے ہاتھ پر کی جاتی؟ مسلم ممالک آزاد ہونا شروع ہوئے تو اکثر نے جمہوری یا آمرانہ نظام اپنایا، بیعت کے اُس طریقہ کو خیرباد کہہ دیا گیا جو اہل حل وعقد کی مشاورت سے منعقد ہوتی ہے، لہٰذا نظامِ بیعت بھی معطل ہوتا چلا گیا۔ اب جہاں جہاں کسی درجے میں بھی ایسا نظام قائم ہو جو کتاب وسنت کو نافذ کرتا ہو، لیکن بادشاہ کی بیعت کے بعد ہی اس کی حکومت کا آغاز ہوتا ہے۔

④ بیعتِ اصلاح وارشاد کا ایک 'عہدنامہ' کی طرح اعتبار کیا جائے تو کیا حرج ہے؟ کیا یہاں بھی یہی کہا جائے گا کہ سلف صالح میں اس کا رواج نہ تھا؟

ابونعیم اصبہانی اپنی کتاب حلیۃ الأولیاء (۲/۲۰۴) میں اپنی اسناد ذکر کرنے کے بعد مطرف بن عبداللہ بن شخیر (تابعی) کی یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ہم زید بن صوحان کے پاس جایا کرتے تھے جو کہا کرتے تھے:

> ''اے اللہ کے بندو! اکرام کرو اور (عمل میں) خوبصورتی پیدا کرو! بندے اللہ تک ان دو وسیلوں سے پہنچ سکتے ہیں: خوف اور طمع''

ایک دن ہم ان کے پاس آئے تو دیکھا کہ (شاگردوں) نے ایک عبارت اس مضمون کی لکھی ہے:

> ''اللہ ہمارا ربّ ہے، محمد ﷺ ہمارے نبیؐ ہیں، قرآن ہمارا امام ہے، جو ہمارے ساتھ ہوگا، ہم اس کے ساتھ ہیں اور اس کے لئے ہیں۔ جو ہمارے مخالف ہوگا، ہمارا ہاتھ اس کے خلاف ہوگا اور ہم ایسا ویسا کریں گے۔''

پھر اُنہوں نے یہ مکتوب لیا اور ہر شخص سے باری باری یہ کہا: اے فلاں! کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو؟ یہاں تک کہ میری باری آ گئی اور اُنہوں نے کہا: اے لڑکے! تم بھی اقرار کرتے ہو؟ میں نے کہا: نہیں۔ کہنے لگے: اس لڑکے کے بارے میں جلد بازی نہ کرو، پھر مجھ سے پوچھا: بچے! تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: اللہ نے اپنی کتاب میں مجھ سے ایک عہد لیا ہے اور میں اس عہد کے بعد کسی اور عہد کا پابند نہیں ہوں۔'' یہ سننا تھا کہ تمام کے تمام لوگ اس عہد نامے سے رجوع کر گئے، کسی ایک نے بھی اقرار نہ کیا۔ میں نے مطرف سے پوچھا: تمہاری تعداد کیا تھی؟ بولے: ''تیس کے قریب آدمی تھے۔''

(بحوالہ عربی کتابچہ: ''بیعت، سنت و بدعت کے مابین'' از شیخ علی حسن)

امام ابن تیمیہؒ نے اس مسئلہ کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ وہ ایک فتویٰ کے ضمن میں کہتے ہیں:

''اگر لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت اور بر و تقویٰ پر تعاون کرنے پر جمع ہوں تو بھی ہر شخص دوسرے شخص کے ساتھ ہر بات میں معاون نہ ہوگا بلکہ صرف اس حد تک جہاں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہوگی، اگر اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہو رہی ہو تو وہ ساتھ نہ دے گا، یہ لوگ سچائی، انصاف، احسان، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، مظلومین کی مدد اور ہر اس کام میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہیں۔ وہ نہ ظلم کرنے پر، نہ کسی جاہلی عصبیت پر، نہ ہی خواہشات کی پیروی پر تعاون کریں گے، نہ ہی فرقہ بازی اور اختلاف پر، اور نہ ہی اپنی کمر کے گرد پیٹی باندھ کر کسی شخص کی ہر بات ماننے پر تعاون کریں گے اور نہ ہی کسی ایسے حلف نامے میں شریک ہوں گے جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہو۔''

''ان میں سے کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ اپنے یا کسی دوسرے کے استاد کی خاطر اپنی کمر کے گرد پیٹی باندھے اور جیسے سوال میں پوچھا گیا ہے، کسی ایک معین شخص کے لئے پیٹی باندھنا یا اس کی طرف نسبت کرنا۔ جاہلیت کی بدعات میں سے ہے اور ان حلف ناموں کی مانند ہے جو اہل جاہلیت کیا کرتے تھے یا قیس و یمن کی فرقہ بازیوں کی طرح ہے۔ اگر اس کے باندھنے سے مراد بر و تقویٰ پر تعاون ہے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بغیر کسی ایسے بندھن کے اس

کا حکم دیا ہے اور اگر اس سے مراد گناہ اور سرکشی کے کاموں میں تعاون ہے تو وہ ویسے ہی حرام ہے، یعنی اگر اس طرح خیر کا کام کرنا مقصود ہے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات میں اس کام کی پوری رہنمائی ملتی ہے، استاد کے ساتھ (اس نسبت) کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر برائی مقصود ہے تو اللہ اور اس کے رسول اُسے حرام قرار دے چکے ہیں...

کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ کسی دوسرے شخص سے اپنی ہر بات منوانے پر عہد لے یا اس بات پر کہ جس کا میں دوست ہوں، اس سے دوستی رکھو اور جس کا میں دشمن ہوں، اُس سے دشمنی رکھو، بلکہ ایسا کرنے والا چنگیز خان اور اس کے حواریوں جیسا ہے جو ہر اس شخص کو اپنا دوست اور حمایتی سمجھتے ہیں جو ان کی ہاں میں ہاں ملاتا ہو اور ہر اس شخص کو اپنا بدترین دشمن سمجھتے ہیں جو ان کی مخالفت کرتا ہو، بلکہ اُنہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کیا ہوا عہد یاد رکھنا چاہئے کہ اطاعت صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کی ہے۔ اسے وہی کام کرنا ہے جس کا حکم اللہ اور اس کے رسولؐ نے دیا ہے، ہر اُس چیز کو حرام ٹھہرانا ہے جسے اللہ اور اس کے رسولؐ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ وہ اپنے اساتذہ (ومشائخ) کے حقوق کا ضرور خیال رکھے، لیکن اُتنا جتنا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے خیال رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اگر کسی کا اُستاد مظلوم ہو تو اس کی مدد کرے، اگر ظلم کرے تو اس کی ظلم پر اعانت نہ کرے بلکہ اُسے ظلم کرنے سے روکے، جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے: نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم!'' آپؐ سے کہا گیا: مظلوم ہو تو ہم اس کی مدد کرتے ہیں، لیکن ظالم ہو تو اس کی مدد کیسے ہوگی؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''تم اُسے ظلم کرنے سے روکو، یہی اس کی مدد ہے۔''

(فتاویٰ ابن تیمیہ: ۱۶/۸ تا ۱۸)

باقی یہ کہنا کہ ''جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیرومرشد شیطان ہے۔'' یہ بات اُس شخص کے لئے تو درست ہے جس نے نبی ﷺ کی اطاعت کا طوق اپنی گردن سے اُتار پھینکا ہو، لیکن وہ شخص جو صرف اپنی نسبت اللہ کے رسولؐ اور اُن کی حدیث کی طرف کرتا ہو، اُسے شیطان کی طرف منسوب کرنا، اپنے ایمان کو ضائع کرنا ہے، "ما أنا علیه وأصحابي" کا تقاضا یہی ہے کہ ہر اُس عمل سے اجتناب کیا جائے جس پر مہر نبوت ثبت نہ ہو اور جسے صحابہ کرامؓ نے نہ کیا ہو۔

اللہ تعالیٰ تمام کلمہ گو حضرات کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین